SHABANA PERVEEN
Asst. Professor
Vaishali Mahila College, Hajipur (B.B.A, Bihar University, Muzaffarpur)
B.A (H) Part III

Topic:Rajender Singh Bedi

راجندر سنگھ بیدی

بحثیت افسانہ نگار بیدی اردو کے افسانوی ادب میں جس اہم مقام کے حامل ہیں اس کی وجوہات پر گفتگو کرنے سے قبل بہتر ہوگا کہ ہم اس نکتے کو ذہن میں رکھیں کہ کرشن چندر، منٹو اور بیدی کے مثلث میں بیدی وہ واحد افسانہ نگار ہیں جنہوں نے سب سے کم افسانے لکھے یعنی تقریبا ستر افسانے، نیز افسانے کے فن اور تکنیک کے لحاظ سے ان کا کوئی بھی افسانہ کمزور نہیں قرار دیا جا سکتا ہے۔ ان کے پاس نہ تو منٹو کی طرح بات کہنے کا دوٹوک انداز ہے اور نہ ہی کرشن چندر جیسی شاعرانہ اور خلاقانہ نثر۔ پھر بھی ان کے ابتدائی افسانے بھی نہ صرف یہ کہ چونکا دینے والے ثابت ہوئے بلکہ بہت جلد انہیں افسانوی ادب کے شہ پاروں میں شامل کیا جانے لگا۔ مثال کے طور پر ابتدائی دنوں کا افسانہ ''بھولا'' جس فنی ریاضت سے انہوں نے یہ افسانہ لکھا ہے اور ایک بچے کی نفسیات نیز اس کے گردوپیش کے حالات وواقعات کی عکاسی میں حقیقت نگاری وجزئیات نگاری کا جس طرح حق ادا کیا ہے وہ اس افسانے کو اردو کا اہم افسانہ بنا دیتا ہے۔

جیسا کہ بتا چکی ہوں اردو افسانے کا ایک اہم نام راجندر سنگھ بیدی ہے۔ بیدی اپنے ہم عصر افسانہ نگاروں سے کئی معنوں میں مختلف ہیں۔ انہوں نے سماجی مسائل کی پیش کش اس کی اجتماعیت کو مدنظر رکھ کر نہیں کی ہے بلکہ وہ افراد کی باہمی رفاقتوں، علیحدگی، ان کے سماجی رویوں، نفسیاتی الجھنوں اور جذباتی کیفیتوں کو استعاراتی واساطیری حوالوں کے ساتھ اپنے افسانوں کا موضوع بناتے ہیں۔ تہذیب، کلچر، عقاید وتوہمات اور رسم ورواج ان افراد کی ذہنی نشوونما پر کس طرح اثر انداز ہوتے ہیں، اس کی صحیح اور سچی تصویریں بیدی کے افسانوں میں نظر آتی

ہیں۔

راجندر سنگھ بیدی یکم ستمبر 1915ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام ہیرا سنگھ بیدی اور والدہ کا نام سیوا دیوی تھا۔ والدہ مذہبی خاتون تھیں اور گیتا کا پاٹھ ان کا روز کا معمول تھا۔ بیدی ماں کے پاس بیٹھ کر وہ ''مہاتم'' سنا کرتے تھے جو کہانیوں کی صورت میں گیتا کے ہر سبق کے بعد آتے ہیں۔ بیدی کی والدہ بیمار رہا کرتی تھیں۔ ان کے والد بیمار بیوی کا دل بہلانے کے لئے کرائے پر کتابیں لایا کرتے اور انہیں رات میں سنایا کرتے تھے۔ انہیں کتابوں سے بیدی کو بھی کہانیاں لکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد میں بیدی نے ڈی۔ اے۔ وی کالج لاہور سے انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کیا۔ 1934ء میں ان کی شادی ہوگئی اور اسی سال وہ ڈاکخانے میں ملازم بھی ہوگئے۔ افسانے لکھنے کی شروعات اسی زمانے سے ہوئی۔ بیدی کا پہلا افسانہ ''مہارانی کا تحفہ'' رسالہ ''ادبی دنیا'' لاہور کے سالنامے 1937ء میں شائع ہوا۔ ڈاکخانے کی ملازمت انہیں راس نہ آئی اور انہوں نے استعفیٰ دے دیا۔ تقسیم ہند کے بعد بیدی دہلی آگئے پھر 1949ء میں انہوں نے ممبئی کا رخ کیا اور فلمی دنیا سے وابستہ ہوگئے۔ ان کی لکھی ہوئی اہم فلمیں بڑی بہن، داغ، مدھومتی اور مرزا غالب ہیں۔ اپنے ڈرامے نقل مکانی پر بیدی نے ''دستک'' نام سے ایک فلم بھی بنائی جو بے حد کامیابی ہوئی۔ اردو فکشن کی دنیا میں بیدی کے ممتاز مقام و مرتبے اور فلموں کے تعلق سے ان کے گراں قدر تعاون کے اعتراف کے طور پر انہیں مختلف اعزازات سے نوازا گیا۔ ان میں ساہتیہ اکادمی ایوارڈ، پدم شری اور غالب ایوارڈ اہم ہیں۔ 1978ء میں بیدی فالج کا شکار ہوگئے اور ان کی صحت گرتی گئی۔ بالآخر 11/ نومبر 1984ء کو ممبئی میں ان کا انتقال ہوگیا۔

بیدی کے افسانوں کا پہلا مجموعہ ''دانہ و دام'' 1939ء میں شائع ہوا۔ ان کے افسانوں کے دیگر مجموعے ''اپنے دکھ مجھے دے دو''، ''گرہن''، ''کوکھ جلی''، ''ہاتھ ہمارے قلم ہوئے'' اور ''مکتی بودھ'' ہیں۔ ان کے ڈراموں کے دو مجموعے ''بے جان چیزیں'' اور ''سات کھیل'' ہیں۔ 1962ء میں بیدی کا ناولٹ ''ایک چادر میلی سی'' شائع ہوا۔ پنجاب کی دیہی زندگی کے پس منظر میں لکھا گیا یہ ناولٹ بے حد مشہور ہوا۔ بیدی نے اپنے ہم عصر افسانہ نگار وں کے مقابلے میں کم افسانے لکھے۔ لیکن افسانے کے فن اور تکنیک کے لحاظ سے ان کا کوئی بھی افسانہ کمزور نہیں

قرار دیا جا سکتا۔ابتدائی دنوں کا افسانہ ''بھولا'' حکایات کے سادہ بیانیہ کا حامل ہے تو ''تلاوان'' سماجی تفریق کو ایک بچے کی نظر سے دیکھنے کی کامیاب کوشش ہے۔''گرم کوٹ''میں بیدی نے کم آمدنی کے پیدا کردہ خانگی مسائل کو موضوع بنایا ہے تو ''ہمدوش'' اور ''رحمٰن کے جوتے'' میں توہمات سے متاثر افراد کی نفسیاتی کیفیت کو کہانی کی بنت میں شامل کیا گیا ہے۔افسانہ ''حجام الہ آباد کے'' ملک کی سیاسی صورت حال پر گہرا طنز ہے اور ''صرف ایک سگریٹ'' Generation gap کے مسئلہ کو پیش کرتا ہے۔بیدی کے افسانوں میں ہندوستانی رسوم ورواج کی بڑی ہی خوبصورت تصویریں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ان افسانوں میں ''چھوکری کی لوٹ'' اور ''جب میں چھوٹا تھا'' اہم ہیں۔

لاجونتی بیدی کے افسانوں میں اپنے موضوع کی انفرادیت اور اسلوب بیان کی تلاقت کی بناء پر اہم دین تصور کیا جا سکتا ہے۔تقسیم ہند کے بعد مغویہ عورتوں کی بازیافت کا مسئلہ کہانی کا موضوع ہے۔لاجونتی کا شوہر سندرلال روایتی شوہروں کی طرح اس پر زیادتیاں کرتا ہے لیکن لاجونتی کے اغوا کے بعد اسے احساس ہوتا ہے کہ وہ کس قدر غلط تھا۔اب وہ مغویہ عورتوں کو دوبارہ گھر میں بسانے کی تحریک کا روح رواں بن جاتا ہے۔اسی درمیان لاجونتی کو مغویہ عورتوں کی ادلا بدلی میں دوبارہ حاصل کر لیا جاتا ہے۔سندرلال کے اندر روایتی مرد لاجونتی کو دوبارہ بیوی کے طور پر قبول نہیں کر پاتا۔بیوی سے اب اس کا رویہ ایک شوہر کا نہ ہو کر ایک سماجی کارکن کا ہو جاتا ہے۔وہ لاجونتی کو دیوی کہہ کہ پکارتا ہے۔سندرلال کا یہ رویہ لاجونتی کے لئے ناقابل برداشت ہے۔وہ بیوی بن کر رہنا چاہتی ہے دیوی بن کر نہیں۔لیکن سندرلال اس کے جذبے سے ناآشنا ہے۔بیدی کے اس افسانے میں انسانی نفسیات کا گہرا اور سچا شعور سامنے آتا ہے۔سندرلال اور لاجونتی دونوں کے جذباتی رویوں کے پس پشت کارفرما سماجی وتہذیبی عوامل کو بیدی نے فنکارانہ مہارت کے ساتھ پیش کیا ہے۔بیدی قدیم اساطیر کے حوالوں سے کہانی کی عصری فضا کو پوری طرح سے ہم آہنگ کر دیتے ہیں۔

مختصراًیہ بتاتی چلوں کہ بیدی افسانی نفسیات کا گہرا شعور رکھتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ ان کے افسانوں کے بیشتر کردار کسی خاص جذباتی ونفسیاتی رویے کی شناخت کا سبب بنتے ہیں۔ان کرداروں کا سماجی وریہ ان تہذیبی

اور ثقافتی اثرات کی واضح نشاندہی کرتا ہے جن کے تحت کسی بھی معاشرے کا کوئی بھی فرد تشکیل کے مراحل سے گزرتا ہے۔''گرہن'' کی ہولی ساس اور شوہر دونوں کے مظالم کا شکار ہے لیکن اسے ساس کے رویے سے زیادہ شکایت ہے۔شوہر اس کے نزدیک انتہائی قابل احترام ہے کیونکہ اسے شاستروں نے ہر طرح کا اختیار دیا ہے۔وہ ایک روایت پرست بیوی کی حیثیت سے شوہر کے تمام مظالم کو عورت کا مقدر مانتی ہے۔مرد کی حاکمیت اور بالادستی کے سماجی و مذہبی نظریے کے زیر اثر پرورش پانے والی ''ہولی'' اپنے ظالم شوہر ''رسیلا'' کو بھگوان کا درجہ دیتی ہے:

''ان سب کو بھلا میری جان لینے کا کیا حق ہے؟ رسیلا کی بات اور
ہے، شاستروں نے اسے پرماتما کا درجہ دیا ہے وہ جس چھری سے
مارے اس چھری کا بھلا۔''

(گرہن مشمولہ افسانوی مجموعہ، گرہن)

بیدی انسانی نفسیاتی کی تہہ کارفرما سماجی و تہذیبی عوامل پر گہری نظر رکھتے ہیں، وہ معاشرے کا مشاہدہ اس کی اجتماعیت سے نہ کر کے فرد کو ایک اکائی کے طور پر اپنے افسانوں کا موضوع بناتے ہیں اور انسانوں کے باہمی رشتوں، وابستگیوں، رفاقتوں اور علیحدگیوں کی سچی نیز حقیقی تصویریں ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں۔ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ ان کا قاری نفسیاتی تجزیے کے عمل سے گزرے اسی لئے وہ اپنے کرداروں کو منطقی بنیادوں کے برعکس حسیاتی و جذباتی سطح پر زیادہ فعال بناتے ہیں۔بیدی کا یہ افسانہ اردو کے افسانوی ادب میں ایک اہم مقام رکھتا ہے۔

☆☆☆